**آیات جہاد و قتال کا مشکلات القرآن کے تناظر میں مطالعہ : مولانا محمد انور گنگوہی کے بیانات کے خصوصی حوالہ سے**

**A Study of Jehᾱd-related Verses from the Perspective of Mushkilᾱt-al-Qurᾱn with Special Reference to the Explanations of Mawlᾱnᾱ Muhammad Anwar Gangohi**

**فیصل محمود[[1]](#footnote-1)\***

**ڈاکٹر ابظاہر خان[[2]](#footnote-2)\*\***

***Abstract***

***The Holy Quran is the basic source of Islam. Therefore, in every age, the Quranic verses have been explained from various perspectives. Among those aspects, the prominent one is the Mushkilat-al-Quran which focuses on the verses that appear contradictory with respect to some specific explanation of other verses. Because of its importance, this type of study is considered as a prominent part of Tafseer. Besides this, limited contribution exists so far in this field, especially in Urdu language. A prominent religious scholar of India, Sheikh Muhammad Anwar Gangohi, has offered his sophisticated work named Mushkilat-al-Quran. This work is worth mentioning because the referred scholar has collected the interpretations of verses from the old literature of Tafseer. Similarly, he has compiled all those verses in his aforementioned book in proper order. In this research paper, those verses have been studied that relate to Jehad which he has enlisted in his book. Moreover, the sources of his interpretations have been brought forth in a scholarly manner.***

***Key Words: Jehᾱd-related Verses, Mushkilᾱt-al-Qurᾱn, Mawlᾱnᾱ Muhammad Anwar Gangohi***

تمہید :

قرآن مجید دین اسلام کی اساسی کتاب ہے اور شریعت اسلامی کی مصدر اولین ہے اس لیے ہر دور میں مختلف جہات سے قرآنی مضامین پر بطور خاص تحقیقات ہوتی رہی ہیں ۔ قرآنی علوم میں مشکلات القرآن ایک اہم موضوع ہے [[3]](#endnote-1)۔ اس سلسلے میں معاصر ہندوستانی عالم شیخ محمد انور گنگوہی مظاہری کا مجموعہ مشکلات القرآن اس اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ قدیم تفاسیر میں جو توجیہات اشارۃو اجمالاًاوریا قدرے توضیح و صراحت کے ساتھ مختلف مقامات پر بیان کی گئی تھیں ، آپ نے انہیں یکجا جمع کیا ۔ زیرِ نظر مضمون میں بطور نمونہ و افادہ آیاتِ جہاد و قتال کا مشکلات القرآن کے تناظر میں معاصر عالم دین مولانا محمد انور گنگوہی مظاہری کے بیانات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے[[4]](#endnote-2)۔

مولانا نے مشکلات القرآن کے موضوع کے لیے قرآن مجید کی کل پانچ سو نواسی (589) ایسی آیات کا انتخاب کیا ہے جن میں اُن کے فہم میں ظاہرِ نظر کے اعتبار سے باہم تعارض کا ابہام ہوتا ہے اور اس طرح وہ مشکلات القرآن کے زمرے میں لائی جاسکتی ہیں ۔ آپ نے یہ منہج اپنایا ہے کہ پہلے آپ ہر مشکلہ کے لیے ایک عنوان قائم کرتے ہیں اور پھر متعلقہ آیات ذکر کرتے ہیں ۔ اس کے ساتھ پارہ نمبر ، رکوع نمبر اور سورت ذکر کرتے ہیں لیکن آیت نمبر ذکر نہیں کرتے۔ برصغیر پاک و ہند کے مدارس کے نصاب میں قرآن فہمی کے سلسلے میں تفسیر جلالین شامل ہے لیکن قرآنی آیات کا مشکلات القرآن کے تناظر میں متعلقہ رجحان نہیں ۔ اس لیے آپ چاہتے ہیں کہ مدارس کے طلبہ خصوصا تفسیر کا مضمون پڑھتے ہوئے ان مشکلات کو ملحوظ رکھیں ۔ اس لیے طلبہ کی سہولت کے لیے آیت کے ساتھ جلالین کا متعلقہ صفحہ نمبر بھی دیا ہے تاکہ مدارس کے طلبہ جلالین کے درس کے دوران متعلقہ صفحات میں ان تعارض اور ان کے جوابات کو آسانی سے مد نظر رکھ سکیں تاہم اس کی وضاحت نہیں کی کہ کس مطبع کاجلالین آپ کے زیر نظر ہے ۔ اسی طرح آپ نے دفع تعارض کے لیے جن کتب سے استفادہ کیا ، تعارض کی وضاحت کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی کرتے ہیں ۔ کتاب کے آخر میں ان تمام مصادر کی فہرست بھی دی ہے جن سے مختلف مقامات پر آپ نے استفادہ کیا ہے [[5]](#endnote-3)۔ تاہم آپ نے صرف متعلقہ تفاسیر کے محض نام دیئے ہیں، نہ تو ان کی اصل عبارات کے ذکر کا التزام فرمایا ہے اور نہ ہی اُن کے متعلقہ صفحہ کی نشاندہی کی ہے ۔ اپنی نوعیت کا علمی پایے کا کام ہونے کی بناء پر اصول تحقیق کو مدنظر رکھ کر تحقیق و تخریج کے ساتھ اگر کتاب کی طباعت کا کام کیا جائے تو یقیناًاسکی وقعت میں مزید اضافہ ہوگا اور مدارس کے فضلاء کے لیے ایک اچھا علمی سرمایہ سامنے آئے گا ۔

ذیل میں مولانا محمد انور گنگوہی کے بیانات کی روشنی میں صرف آیات جہاد و قتال کا مشکلات القرآن کے تناظر میں جائزہ پیش کیا جاتا ہے ۔

مشکلۃ: کیا کفار کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں پہل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

مذکورہ مشکلہ کو سوالیہ انداز کے عنوان کے تحت آپ نے چھ آیتیں ذکر کی ہیں[[6]](#endnote-4)۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ سورۃ البقرہ کی ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ انہیں سے قتال کرو جو تم سے قتال کریں اور ان پر زیادتی نہ کرو[[7]](#endnote-5) ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے ساتھ قتال میں مسلمانوں کی طرف سے پہل نہیں ہونی چاہیے ، ہاں اگر وہ قتال کریں تو جوابی کارروائی کے تحت ان سے قتال کیا جائے گا ۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کو ازخود غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کی ابتداء نہیں کرنی چاہیے ، تاہم قرآن کی دیگر پانچ آیتوں سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کو جہاں پاؤ ، قتل کردو[[8]](#endnote-6) ، یعنی جنگ میں پہل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس طرح بظاہر سورہ بقرہ کی آیت کا دوسری آیتوں کے ساتھ تعارض نظر آتا ہے[[9]](#endnote-7)۔

مذکورہ آیات میں بظاہر نظر آنے والے تعارض کے حل کے لیے آپ نے متقدمین کی درج ذیل دو مختلف آراء ذکر کی ہیں :

پہلا قول نسخ کا ہے، اس کے مطابق پہلی آیت (سوره بقرہ كی آیت نمبر 190) اُس وقت نازل ہوئی ہے جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی لہذا

جنگی حکمت عملی کے تحت انہیں جنگ کی پہل کرنے سے منع کیا گیا تھا اور جنگ کی بجائے مسلمانوں کو نرمی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی تھی کہ صرف انہی لوگوں سے جنگ و قتال کرو جو تم سے لڑتے ہیں ۔ جب کہ باقی آیات بعد میں نازل ہوئی کہ جس میں پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کردیا گیا کہ اب مسلمان طاقتور ہوگئے ہیں لہذا اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں سے قتال کرنے میں پہل کی اجازت دے دی [[10]](#endnote-8)۔

تعارض کو ختم کرنے کے لیے مولانا نے دوسری توجیہ تطبیق کی بیان کی ہے ۔ تطبیق کی توجیہہ میں کسی آیت کو ناسخ یا منسوخ قرار نہیں دیا جاتا بلکہ ایسا مفہوم بیان کیا جاتا ہے کہ تمام آیتوں میں اتفاقی پہلو نکل آتا ہے ۔ اس توجیہ کے مطابق پہلی آیت میں جنگ میں پہل کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں کوئی بحث ہی نہیں بلکہ اس میں صرف ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم بیان ہے کہ جن سے جنگ میں شرکت کی توقع کی جاسکتی ہواور جو جنگ میں شرکت نہیں کرسکتے اُن کے قتل کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے ۔ اسی طریقہ سے باقی پانچ (5) آیات میں بھی انہی کافروں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جو جنگ کرنے کے قابل ہوں اور عملی طور پر جنگ کی طرف مائل ہو تو اقدامی حکمتِ عملی کے تحت از خود بڑھتے ہوئے فتنے کا سدباب کرنے کا حکم ہے[[11]](#endnote-9)۔

جائزہ :

مذکورہ بالا بظاہر متعارض آیات میں نسخ کا قول ہے جسے تفیسر خازن ، تفیسر جلالین اورتفسیر مظہری میں ذکر کیا گیا ہے[[12]](#endnote-10) ، جب کہ تطبیق والی توجیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے[[13]](#endnote-11)۔ ملحوظ رہے کہ مولانا نے بیان کردہ دونوں توجیہات میں سے کسی کو بھی ترجیح نہیں دی ہے ، اس طرح آپ نے صرف تفاسیر میں سے مشکلہ کے حل کے اقوال ذکر کئے ہیں ۔

چونکہ نسخ میں ناسخ قول کو اختیار کرتے ہوئے آیتِ منسوخہ کا اہمال یعنی چھوڑنا ہوتا ہے ، اس لیے مقالہ نگار کی رائے میں تطبیق والی توجیہ بہتر ہے کیونکہ تطبیق کی صورت میں تمام آیتوں پر عمل ہوجاتا ہے اور کسی بھی آیت یا روایت کا اہمال نہیں ہوتا ، نیز تطبیق والی توجیہ کو اس لیے بھی اولیت دی جاسکتی ہے کہ اسلام کے نظریہ امن سے اس کی معقول مناسبت ہے ۔ اسلام امن کا داعی مذہب ہے اس لیے وہ پرامن بقائے باہمی کا روادار ہے ، لیکن اگر دشمن اسلام کے بیخ کنی کی تدابیر کرے اور مسلمانوں کے خلاف عملی اقدام کے لیے تیاری کررہے ہوں تو ان کے فتنہ برپا کرنے سے پہلے اس کے سدباب کی کارروائی ہونی چاہیے ۔ تاہم یہ سارا عمل اسلام کے جنگی ہدایات کے تحت ہوگا ورنہ حضور کی سیرت اور جنگی حکمت عملیوں کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے مسلمانوں کا کوئی بھی ایسا اقدام نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے ۔

مشکلہ: حرمت والے مہینوں میں قتال

قرآن کی دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت والے مہینوں (شوال ، ذیقعدہ ، ذی الحجہ اور رجب) میں قتال کی ممانعت ہے [[14]](#endnote-12) ۔جب کہ سورہ توبہ کی ایک آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ تمام مشرکین سےقتال کرو جیساکہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں [[15]](#endnote-13)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین سےہر مہینہ میں جہاد کیا جاسکتا ہے جیسا کہ مشرکین ہر مہینہ میں مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں ، خواہ وہ حرمت والے مہینے ہوں یا نہ ہوں ۔

مذکورہ آیتوں میں دفع تعارض کے سلسلے میں آپ نے پہلا طریق نسخ کے قول کا بتایا ہے کہ ابتداء میں حرمت کے ان مہینوں میں جنگ کرنے

کی ممانعت تھی ، جس کو پہلی دو آیات میں بیان فرمایا ، بعد میں اس ممانعت کو ختم کردیا گیا اور اشہر حرم میں بھی قتال کرنے کی اجازت دے دی گئی [[16]](#endnote-14)۔اس طرح سورہ بقرہ کی آیت منسوخ اور سورہ توبہ کی آیت ناسخ ہے ۔

دفع تعارض کا دوسرا طریقہ تطبیق کا ہے کہ نسخ کا قول نہ لیا جائے بلکہ ہر آیت کا اپنا محمل بیان کیا جائے،چنانچہ تطبیق کے تحت یہ وضاحت پیش کی جائے گی کہ سورہ بقرہ کی آیتوں میں ان مہینوں کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے ان میں کسی بھی قسم کی جنگی کار روائی سے منع کیا گیا ہے ، جب کہ سورہ توبہ کی آیت میں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر کفار ا ان مہینوں کے احترام کا احترام نہ کریں اور مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی کریں تو مسلمان کارروائی سے محض اس لیے نہ رکیں کہ حرمت والے مہینے ہیں ، یقینا مسلمانوں کا ایسا فہم ان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گی ، لہذا مسلمان بھی کار روائی کرسکتے ہیں کیونکہ "الحرمات قصاص[[17]](#endnote-15)"(حرمتیں ادلے بدلے کی چیزیں ہیں ) ، عرب میں بلا تفریق مذہب ان مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا اور ان میں جنگ کرنا بڑا معیوب سمجھتے تھے ،جب وہ احترام کو پس پشت ڈال دے تو مسلمانوں کو بھی جوابی کارروائی کی صورت میں اشہر حرم کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیے [[18]](#endnote-16)۔

جائزہ:

مذکورہ توجیہات کے بارے میں بھی سابقہ مشکلہ کے تحت تحریر کردہ تجزیہ دہرانا مناسب ہوگا کہ نسخ میں آیت منسوخہ کا اہمال یعنی چھوڑنا ہوتا ہے ، اس کے لیے تطبیق والی توجیہ بہتر ہے کیونکہ تطبیق کی صورت میں تمام آیتوں پر عمل ہوجاتا ہے ۔ نیز تطبیق والی توجیہ اس لیے بھی اولیت رکھتی ہے کہ اسلام کے نظریہ امن و بقاء سے اس کی معقول مناسبت بنتی ہے ۔

مشکلہ: غزوہ بدر میں کفار پر کنکریاں آپﷺ نے پھینکی یا اللہ نے ؟

مشرکین مکہ اور مسلمانوں نے درمیان سن 2ہجری میں بدرکے مقام پر جنگ ہوئی جو غزوہ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں نبی پاک ﷺنے مٹھی بھر کنکر لے کر شاهت الوجوه[[19]](#endnote-17) (چہرے خاک آلود ہوں ) کہتے ہوئے مشرکین کی طرف پھینکے تھے۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ ميں بیان ہوا ہے کہ جب آپﷺ نے کفار کے لشکر کی طرف مٹی پھینکی تو یہ آپﷺ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی[[20]](#endnote-18)، اس آیت کے پہلے حصے اور دوسرے حصے میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حصہ میں تو آپﷺ سے رمی (پھینکنے) کی نفی کی گئی اور دوسرے حصہ میں رمی کو آپﷺ کے لیے ثابت کیا گیا [[21]](#endnote-19)۔

اس تعارض کے دفع کے سلسلے میں مختلف تفاسیر کی مدد سے مولانا نے چار توجیہات ذکر فرمائی ہیں:

پہلی توجیہہ: صورتاً اور ظاہرً تو آپﷺ نے کنکریاں پھینکی تھیں مگر حقیقتا ً یہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں کیونکہ اگر حقیقتاً بھی رمی آپﷺ کا فعل ہوتا تو پھر اِس کا اثر بھی اتنا ہی ہوتا جتنا کہ ایک انسان کے پھینکنے سے ہوتا ہے لیکن چونکہ حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں لہذا اس کا اثرکسی بھی انسانی عمل سے بڑھ کر ہوا اور مٹھی بھر خاک اور کنکریاں لشکر میں شامل افراد کی آنکھوں کو متاثر کرگئیں اور سب پر رعب طاری ہوگیا۔ رمی میں اس قدر اثر پیدا کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کسی بندہ کی نہیں ۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ومارميت حقيقة إذ رميت صورة و لكن الله رمي في الحقيقة، (حقیقت میں آپ نے مٹھی بھر کنکر نہیں پھینکے جب ظاہری طور پر آپ نے پھینکے تھے بلکہ حقیت میں اللہ نے پھینکے تھے )، چونکہ اعتبارات بدل گئے اس لیے ان میں کوئی تعارض نہ رہا۔[[22]](#endnote-20)

دوسری توجیہہ: آیت میں کنکریاں پھینکنے کا اثبات فعل کے کسب کے اعتبار سے ہے اور نفی فعل کے خلق کے اعتبار سے ہے یعنی پھینکنے کا عمل آپﷺ کے ہاتھ سے ہوا لیکن اس عمل کے خالق آپﷺ نہیں تھے ۔ انسان اپنے افعال کا کاسب (کرنے والا) ہوتا ہے جب کہ درحقیقت افعال کا خالق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ "وما رميت خلقا إذ رميت كسبا و لكن الله خلق الرمي"[[23]](#endnote-21)( یعنی اس عمل کی تخلیق آپ کے ہاتھ سے نہیں ہوئی تاہم اس کے کرنے والے آپﷺ تھے ) ۔

تيسری توجیہہ: مٹھی بھر مٹی پھینکنے کا اثبات "ومارميت"سے ہے اور اور اِس مٹی کو کفار کی آنکھیں تک پہنچانے کی نفی آپﷺ سے کی گئی ہے ، اس طرح آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مٹی تو آپﷺ نے پھینکی مگر کفار کی آنکھوں تک اِسے آپﷺ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پہنچائی،لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا ۔[[24]](#endnote-22)

چوتهی توجیہہ : آپﷺ سے کنکریاں پھینکنے کی نفی نہیں ہے بلکہ اِن کنکریوں کے پھینکے جانے سے کفار پر جو رعب آیا اس کی نفی ہے یعنی وہ رعب آپﷺ نے ان کے دلوں میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ڈالا، اس صورت ميں معنی یہ ہوگا کہ وما رميت بالرعب إذ رميت بالحصباء و لكن الله رمي بالرعب(جب آپﷺ نے کفار کے دلوں پر رعب نہیں ڈالا تھا جب آپﷺ نے کنکریاں پھینکی تھیں بلکہ وہ رعب اللہ نے ڈالا تھا ) لہذا نفی اور اثبات کا تعلق دو الگ الگ چیزوں سے ہوا، اثبات کنکریوں کے پھینکنے کا ہے اور نفی رعب ڈالنے کا ہے ۔ جس کی وجہ سے کوئی تعارض نہ رہا۔[[25]](#endnote-23)

جائزہ:

مقالہ نگاران کی رائے میں پہلے دو جواب کے مقابلے میں آخری دو جواب زیادہ اولیٰ ہیں کیونکہ پہلے

جواب کے مطابق کہا گیا کہ حقیقت میں اللہ نے کنکر پھینکے تھے جب کہ ظاہر میں وہ کنکر نبی نے پھینکے تھے ۔ اس جواب کے تحت نبی کے وجود کو حقیقت اور ظاہر میں تقسیم کرنا ہے کیونکہ ایک ہی وجود کے ذریعہ سے بیک وقت دو الگ الگ اعمال (محض ظاہری عمل اور حقیقی عمل ) صادر ہورہے ہیں ، جب کہ دوسرے جواب کی رو سے نبی کے اس خاص عمل ( مٹھی بھر خاک پھینکنے ) میں خلق و کسب کی بنیاد پر تقسیم پیش کی گئی ہے۔ خلق و کسب کی بحث تو صرف نبی کے اس عمل (رمی) کے ساتھ تو خاص نہیں ، یہ تو انسانی ہر عمل سے متعلق ہے ، یعنی خلقِ اعمال اور کسب اعمال کی تقسیم تو ہر انسانی عمل میں ہے ۔ صرف اسی مخصوص عمل (کنکریوں کے پھینکنے) میں تو نہیں ہے ، جب کہ تمام کتبِ سیرت میں آپ کے اس عمل کو آپ کی معجزات میں شامل کیا گیا ہے ، پھر اسے معجزات میں شامل کرنے پر سوال اٹھے گا کیونکہ اس عمل میں پھر کوئی خصوصیت باقی نہیں رہے گی ، کسب و خلق تو ہر عمل میں ہے ۔ ہر عمل کا کاسب بندہ ہے اور اس کا خالق اللہ ہے ۔ اس لیے آخری دو توجیہات زیادہ مناسب لگتی ہیں کہ کنکریاں تو آپ ہی نے پھینکی تھی لیکن اسے کفار کی آنکھوں تک پہنچانا اور ان کے دلوں پر رعب دے مارنا اللہ کا عمل تھا ۔

مشکلہ: غزوہ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کا آنا

غزوہ بدہ میں کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی ، اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعہ سے مدد فرمائی تھی لیکن مختلف آیات میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آنے والے فرشتوں کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہیں ، یعنی ایک آیت میں تین ہزار کا عدد تو دوسری آیت میں پانچ ہزار اور تیسری آیت میں ایک ہزار کا ذکر ہے[[26]](#endnote-24) ۔ اس طرح تعداد کے سلسلے میں ان آیات میں تعارض معلوم ہوتا ہے[[27]](#endnote-25) ۔

مذکورہ تعارض کو ختم کرنے اور مشکل کو حل کرنے کے سلسلے میں آپ فرماتےہیں کہ بظاہر یوں لگتا ہے کہ ان آیتوں میں تعارض ہے[[28]](#endnote-26) لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا پھر رفتہ رفتہ فرشتوں کی تعداد میں اضافہ فرمادیا ، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دِن آپﷺ نہایت عاجزی و انکساری سے اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کی نصرت و فتح کے لیے دعا فرمارہے تھے ، جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ایک ہزار فرشتوں کو مدد کے لیے بھیجنے کا وعدہ فرمایا ۔ پھر مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ مشرکین مکہ کی مدد کے لیے کرز بن جابر محاربی لشکر لا رہا ہے جس سے مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے امداد کے لیے تین ہزار فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا اور آخری آیت میں کفار کے حملہ کے صورت میں ثابت قدمی کی صورت میں مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا کہ اگر کافروں نے حملہ کردیا اور مسلمان ثابت قدم رہے تو پانچ ہزار فرشتے مدد کے لیے آئیں گے ، چنانچہ سفید پگڑیاں باندھے ہوئے فرشتے نازل ہوئے اور مسلمانوں کی نصرت کی اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرمایا[[29]](#endnote-27)۔

مشکلہ: غزوہ بدر میں کفار کو مسلمانوں کی تعداد کا کم یا زیادہ نظر آنا

مولانا نے مذکورہ عنوان کے تحت جنگ بدر سے متعلق سورۂ آل عمران اور سورۂ انفال کی آیتیں ذکر کی ہیں جن میں مسلمانوں کی تعداد کم یا زیادہ نظر آنے کا ذکر ہے چنانچہ سورہ آل عمران میں کافروں کو مسلمانوں کی تعداد زیادہ (دوگنی نظر آنے کا ذکر ہے[[30]](#endnote-28) ) اور سورہ انفال میں کم تر نظر آنے کا ذکر ہے[[31]](#endnote-29) ۔بہر حال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کم تعداد کو کفار کی نظر میں کثیر دکھلایا اور دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کفار کو کم دکھلا رہے تھے کہ کفار کو مسلمان تعداد میں کم نظر آرہے تھے ۔مولانا فرماتے ہیں کہ اس طرح دونوں آیات میں ظاہراً تعارض ہے کہ پہلی آیت میں تو کفار مسلمانوں کو اپنے تعداد سے دوگنا یعنی دو ہزار کے قریب دیکھ رہے تھے اور دوسری آیت کے مطابق مسلمانوں کو تعداد میں بہت کم دیکھ رہے تھے ۔[[32]](#endnote-30)

مذکورہ تعارض کے سلسلے میں مولانا کا بیان ہے کہ یہ اختلاف وقت اور زمانے کے اختلاف پر مبنی ہے ، مطلب یہ ہے لڑائی سے قبل اللہ تعالیٰ نے کفار کو مسلمانوں کی تعداد کم دکھلائی تاکہ کفار میدانِ جنگ میں بغیر کسی خاص تیاری کے کود پڑیں، اور جب لڑائی شروع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے کفار کو مسلمانوں کی تعداد دوگنی دکھلادی تاکہ کفار رعب اور دبدبہ میں آجائیں ، ہاں مسلمانوں کو کفار کی تعداد کم دکھلادی تاکہ ان میں حوصلہ آئے اور تعداد کی بنیاد پر بزدلی میں نہ پڑیں۔خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت لڑائی کے شروع ہونے کے بعد کے وقت پر اور دوسری آیت جنگ کے شروع ہونے سے پہلے کے وقت پرمحمول ہے ، لہذا اوقات کے بدل جانے سے ان میں تعارض نہیں رہا ۔

مولانا نے دوسری توجیہ بھی پیش کی ہے اور اس توجیہ کے مطابق پہلی آیت میں "يرونهم "میں يرونمیں فاعل کی ضمیر مستتر اور "هم" جمع مذکر غائب کی ضمیر مفعول دونوں کفار کی طرف راجع ہیں جب کہ مثليهم میں "هم" جمع مذکر غائب کی ضمیر مجرور متصل مسلمانوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی طرف راجع ہے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ "کفار اپنے آپ کو مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہے تھے ۔کیونکہ کفار حقیقت میں بھی مسلمانوں سے تعداد میں تقریباً تین گنا زیادہ تھے ، مسلمانوں کی تعداد ان کو بہت کم نظر آنے کی وجہ سے اپنی تعداد ان کو تین گنا سے بھی زیادہ نظر آرہی تھی ۔ اس احتمال کی بناء پر ان دونوں

آیتوں کوئی تعارض نہیں ۔[[33]](#endnote-31)

جائزہ :

مولانا کی پہلی توجیہ کے بیان کردہ احتمال کی تقویت شیخ الہند کے ترجمہ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ انہوں نے سورہ آل عمران کی اس آیت کا ترجمہ انہوں نے یوں کیا ہے : اور دوسری فوج کافروں کی ہے ، دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند صریح آنکھوں سے [[34]](#endnote-32)اور دوسری توجیہ میں بیان کردہ احتمال کی تقویت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے ترجمہ سے ہوتی ہے چنانچہ آپ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: کفار اپنے آپ کو مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہے تھے ۔[[35]](#endnote-33)"

عربی گرامر کی رو سے اور الگ الگ محمل ہونے کی رو سے دونوں احتمالات اور ترجمے درست ہیں ۔

مشکلہ : صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بسا اوقات کسی عذر کی بناء پر جہاد میں نہ جانے کی اجازت لینا

مولانا نے سورہ توبہ اور سورہ نور کی دو آیتوں کے تحت بطور مشکلۃ القرآن یہ بات پیش کی ہے کہ سورہ توبہ کی آیت بتاتی ہے کہ جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ لوگ اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے کے سلسلے میں (شریک نہ ہونے کے بارے میں ) کبھی آپﷺ سے اجازت طلب نہیں کرتے[[36]](#endnote-34)، جب کہ سورہ نور کی آیت میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ جب آپﷺ کے ساتھ کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لیے ان کو جمع کیا گیاہو (جیسا کہ جہاد ، جمعہ کی نمازاور عیدین کی نماز ) تو کچھ صحابہ اپنی ضرورت و حاجت کی بناء پر آپ سے اجازت لے کر چلے جاتے ہیں[[37]](#endnote-35) ۔ اس طرح پہلی آیت میں تو جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت طلب کرنے کی نفی کی گئی ہے اور دوسری آیت میں اجازت کا اثبات ہے کہ شرکت نہ کرنے کے لیے بسا اوقات بعض صحابہ اجازت طلب کرتے ہیں اس طرح ان دونوں آیتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے [[38]](#endnote-36)۔

مذکورہ ظاہری تعارض کو حل کرتے ہوئے مولانا نے دو توجیہات ذکر کی ہیں ۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ سوره توبہ آیت میں جو اجازت طلب نہ کرنے کا ذکر ہے وہ بغیر کسی عذر کے اجازت طلب کرنے کے بارے میں ہے یعنی اگر کسی صحابی کو کوئی معقول عذر نہ ہوتا تو وہ جہاد پر نہ جانے کی اجازت نہیں لیتے تھےاور سورہ نور کی آیت میں عذر کی بناء پر جہاد وغیر ہ کی مجالس سے اجازت لے کر جانے کا ذکر ہے۔ مطلب یہ کہ اگر صحابہ کو کوئی معقول عذر ہوتا تو وہ اجازت لے کر جہاد وغیرہ کی مشاورت کی مجلس سے چلے جاتے ، گویا اجازت طلب کرنے اور نہ کرنے کی نوعیتیں مختلف ہیں ، لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں رہا [[39]](#endnote-37)۔

مولانا کی دوسری بیان کردہ توجیہہ کے مطابق پہلی آیت میں جو اجازت طلب کرنے کی نفی ہے وہ جہاد میں بالکل نہ جانے کے بارے میں ہے کہ صحابہ کرام آپﷺ سے کبھی اس طرح اجازت نہیں لیتے تھے کہ ہم کسی خاص موقع پر جہاد میں بالکل شرکت نہ کریں ، اور دوسری آیت میں جو اجازت لینے کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جہاد وغیرہ کے لیے مشورہ کی مجلس سے اگر کبھی کسی عذر کی بناء پر اُٹھ کر جاناپڑے تو اجازت لے کر جاتے ہیں ، یہ مطلب ہر گز نہیں کہ عملی جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت طلب کیا کرتے ہیں ، اس لحاظ سے اجازت طلب کرنے کی نوعیت مختلف ہے یعنی دو مختلف نوعیتیں ہیں ، اجازت لینے کا تعلق اس نوعیت سے ہے کہ جب جہاد کے لیے مشورہ ہورہا ہو اور اس وقت کسی صحابی کو کوئی عذر ہوتا تو اجازت لے کر مشورہ کی مجلس میں شرکت نہ کرتا ، جہاں تک عملی جہاد کی نوعیت ہے تو اس میں شریک نہ ہونے کی اجازت کا ذکر نہیں ہے ۔ اس طرح ان آیات میں کوئی حقیقی تعارض نہیں ہے [[40]](#endnote-38)۔

جائزہ :

مولانا نے مذکورہ دونوں توجیہات بیان القرآن کے حوالے سے ذکر کی ہیں چنانچہ مذکورہ توجیہات مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ہیں [[41]](#endnote-39)۔

مشکلہ: کفار سے صلح جائز ہے یا نہیں ؟

اسلام امن کا مذہب ہے اور اگر جہاد و قتال کی اجازت دین اسلام میں دی گئی ہے تو اس کا مقصد بھی امن ہی ہے، جس طرح سرجری کا مقصد انسانی جسم کی فلاح اور بحیثیت مجموعی جسم کو طمانیت و امن دلانا ہے، اسی طرح اگر زور آور اور ظالم فریق کے ہاتھ نہ روکے جائیں تو پورا انسانی معاشرہ انارکی کا شکار ہوجائے گا ۔ اگر مسلم معاشرے میں بھی دو گروہوں کے درمیان تنازعہ پیدا ہوجائے تو اسلام ابتدائی طور پر مصالحت کا کہتا ہے لیکن اگر صلح کی بجائے ایک فریق ظلم و زیادتی پر اصرار کرے تو اس سے بھی قتال کا حکم دیا گیا ہے لیکن قتال کی اجازت مطلق نہیں ہے بلکہ ان کو مصالحت پر آمادہ کرنے کی حد تک ہے [[42]](#endnote-40) ، یہی فلسفہ غیر مسلم اقوام سے بھی جہاد و قتال کا ہے چنانچہ اگر جنگ کے دوران غیر مسلم صلح کی طرف اپنے میلان کا عملی اظہار کریں تو اسلام کی تعلیمات کیا ہوں گی ؟ اس سلسلے میں سورہ توبہ کی آیت سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ اگر کفار صلح کے لیے مائل ہوں تو مسلمانوں کو بھی صلح کی طرف مائل ہوجانا چاہیے [[43]](#endnote-41)۔ جب کہ سورہ محمد کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے دوران غیر مسلم اگر کے صلح کی طرف میلان ظاہر کریں تو ان سے صلح نہیں کرنی چاہیے کیونکہ میدان جنگ میں اترنے کے بعد مسلمانوں کو نہ تو ہمت ہارنی چاہیے اور نہ ہی ان کو صلح کی طرف آنا چاہیے کیونکہ آیت میں کہا گیا ہے کہ تم لوگ ہمت مت ہارو اور کفار کو صلح کی طرف مت بلاؤ ، تم ہی غالب رہو گے [[44]](#endnote-42)، اس طرح ان میں دونوں آیتوں میں بظاہر تعارض ہے ۔

مذکور ظاہری تعارض کے بارے میں مولانا نے تفاسیر کے مطالعہ کے نتیجہ میں تین توجیہات ذکر کی ہیں :

پہلی توجیہ کے مطابق سورہ توبہ کی صلح والی آیت منسوخ ہے ، صلح کی اجازت ابتداء اسلام میں تھی ، پھر آیت جہاد و قتال نازل فرماکر صلح سے منع کردیا گیا ورنہ کفار یہ چال چلیں گے کہ جب میدان جنگ میں اپنی شکست دیکھیں گے تو صلح کا اظہار کریں گے اس طرح یہ صلح ان کی ایک جنگی چال ہوا

کرے گی ۔

دوسری توجیہ کے مطابق دونوں آیتیں مختلف فریقوں کے متعلق ہیں چنانچہ مشرکینِ عرب سے صلح کرنا جائز نہیں ، ان کے لیے یا تو اسلام کو قبول کرنے کا راستہ تھا یا قتال کا سامنا کرنےکا۔ جب کہ صلح والی آیت اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے کہ اگر اہل کتاب صلح کی طرف اپنا میلان ظاہر کریں تو مسلمانوں کو بھی صلح کی طرف جانا چاہیے ۔ دونوں فریقوں کے درمیان فرق اس لیے روا رکھا گیا کہ اہل کتاب آسمانی مذہب کے ماننے والے تھے جب کہ مشرکین ایسے نہ تھے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ محض ضعف اور کم ہمتی کی بنیاد پر مسلمانوں کو صلح کرنے کی کسی حال میں اجازت نہیں ۔ دوسری آیت میں اسی قسم کی صلح سے منع کیا گیا ہے البتہ کسی مصلحت کی وجہ سے اگر صلح کرلی جائے تو درست ہے ، خواہ وہ مصلحت جسمانی قوت کی کمزوری ہو یاتعداد کی کمی ہو یا جنگی سامان کی کمی کا مسئلہ مسلمانوں کو درپیش آجائے ۔ لیکن اگر ان باتوں میں سے کوئی بات نہ ہوتو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سست اور کم ہمت و بزدل بننا اور کفار سے صلح کرنا جائز نہیں ، آپﷺ نے مصلحت کے پیش نظر مقام حدیبیہ میں کفار سے صلح کی تھی ،پہلی آیت میں اسی بنیاد پر صلح کی اجازت ہے [[45]](#endnote-43)۔

جائزہ :

مذکورہ توجیہات میں سے پہلی اور دوسری توجیہ روح المعانی میں ذکر ہے اور تیسری توجیہ بیان القرآن میں مذکور ہے[[46]](#endnote-44) ۔

توجیہ اول میں نسخ کا قول اختیار کرنا پڑتا ہے کہ صلح والی آیت کو منسوخ اور صلح نہ کرنے والی آیت کو اس کے لیے ناسخ قرار دینا پڑتا ہے اور دوسری توجیہ میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کی تقسیم ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ تو صلح جائز ہو اور غیر اہل کتاب کے ساتھ اجازت نہ ہو ۔ اقوام عالم کے ساتھ سماجی و معاشرتی تعلقات میں ایسی تقسیم کی معقولیت پر سوال اٹھ سکتا ہے اور پھریہ توجیہ اس لیے بھی معاصر فکر سے کم میل کھاتی ہے کہ اسلام کا تصور جنگ دوسرے اقوام کے رویوں پر مساوی رد عمل کے اصول پر ہے ۔

مذکورہ توجیہات میں آخری توجیہ ایسی ہے کہ جس سے ہر دور میں استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ حالات و وقت کے تحت جنگی حکمت عملی اختیار کی جائے ۔ صلح حدیبیہ کی صورت میں سیرت نبوی سے بھی اس کی تائید ملتی ہے ۔

خلاصۂ مضمون:

قرآن مجید دین اسلام کی اساسی کتاب ہے اور شریعت اسلامی کی مصدر اولین ہے اس لیے ہر دور میں مختلف جہات سے قرآنی مضامین پر بطور خاص تحقیقات ہوتی رہی ہیں ۔ قرآنی علوم میں مشکلات القرآن ایک اہم موضوع ہے جس کے متعلق کئی ایک تصانیف موجود ہیں تاہم اس سلسلے میں معاصر ہندوستانی عالم شیخ محمد انور گنگوہی مظاہری کا مجموعہ مشکلات القرآن اس اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ قدیم تفاسیر میں جو توجیہات اشارۃو اجمالاًاوریا قدرے توضیح و صراحت کے ساتھ مختلف مقامات پر بیان کی گئی تھیں ، آپ نے انہیں یکجا جمع کیا ۔پاکستان میں یہ کتاب " مشکلات القرآن انوار الدرایات لدفع التعارض بین الآیات" کے نام سے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے شائع ہوئی اور پھر زمزم پبلشرز کراچی نے "آیات متعارضہ اور ان کا

حل "کے نام سے 2005 میں اسے شائع کیا ۔

گوکہ مولانا نے مشکلات القرآن کے موضوع کے لیے قرآن مجید کی کل پانچ سو نواسی (589) ایسی آیات کا انتخاب کیا ہے جن میں اُن کے فہم میں ظاہری نظر کے اعتبار سے باہم تعارض کا ابہام ہوتا ہے تاہم اس مضمون میں اہمیت کے پیش نظر صرف جہاد و قتال سے متعلقہ مشکلات پر بحث کی گئی ہے ۔ اس طرح اس مطالعہ کے نتیجے میں جہاد و قتال کے متعلق کئی ایک ابہامات کو واضح کیا گیا ہے ۔

حواشی

1. \* **پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان** [↑](#footnote-ref-1)
2. \*\* **ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان** [↑](#footnote-ref-2)
3. **مشکلات:** مشکل کی جمع ہے جو باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ۔"شکل " کے مادہ میں مماثلت (یکسانیت ) کے معنی پائے جاتے ہیں لہذا جب یہ بتانا ہو کہ دو چیزیں ایک جیسی صورت والی ہیں تو عربی میں "هذا شکل هذا"کہا جاتا ہے ، اسی طرح جب ایک معاملہ کسی دوسرے معاملے سے ملتا جلتا ہو تو عربی میں" أمر مشکل" کہا جاتا ہے یعنی یہ معاملہ واضح نہیں۔ (ملاحظہ ہو : لسان العرب، ج: 11، ص: 359؛چنانچہ"مشکل" یا "مشکلة"سے مراد ایسا ہر پیچیدہ قضیہ ہے کہ اس کے کئی رخ ہو اور اُن مختلف جہات یا رخوں کی وجہ سے وہ پیچیدہ ہوچکا ہو ، چنانچہ وہ گہرے غور و فکر کا متقاضی ہو تاکہ اس کے نتیجہ میں کسی ایک صحیح رخ کا ادراک کرتے ہوئے اس کا حل پیش کیا جائے ۔مشکلات القرآن سے مراد وہ قرآنی آیات ہیں کہ پڑھنے والوں کو ان کے درمیان آپس میں کوئی تعارض و اختلاف نظر آئے ۔ (البرھان في علوم القرآن ، زركشی، بدر الدين محمد بن عبد الله، دار احياء الكتب العربي، مصر، طبع اول ، 1376 ھ/ 1957 م، ج:2، ص: 45) مشکلات القرآن کے سلسلے میں گو کہ ایک وافر ذخیرہ موجود ہے تاہم اس سلسلے میں پہلی کاوش امام احمد بن حنبل (م: 241ھ) کی سامنے آتی ہے ۔ آپ اہل سنت و الجماعت کے چار مشہور فقہی اماموں میں سے ایک ہے ۔ آپ کی ولادت بغداد میں 164 ہجری میں ہوئی جب کہ وفات 241 ہجری میں ہوئی ۔ "مسند" کے نام سے آپ نے حدیث کی ایک ضخیم کتاب تالیف کی ہے ۔ آپ کے دور میں جب باطل فرقوں نے قرآنی آیات میں اپنی من پسند تاویلات پیش کیں تو آپ نے اُن کی تردید میں "الرد علی الزنادقۃ و الجہمیۃ" تصنیف کی، جسے "مشکلات القرآن" کے فن میں اولین کتاب قرار دیا جاتا ہے ۔(الاعلام، الزركلي، خير الدين بن محمد بن محمود، دار العلم للملايين، مئی 2005، ج:1، ص: 203) [↑](#endnote-ref-1)
4. آپ گنگوہ (ہندوستان) میں جامعہ اشرف العلوم میں تفسیر اور حدیث کے استاذ ہیں ۔پاکستان میں آپ کی کتاب " مشکلات القرآن انوار الدرایات لدفع التعارض بین الآیات" کے نام سے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے شائع ہوئی اور پھر زمزم پبلشرز کراچی نے "آیات متعارضہ اور ان کا حل "کے نام سے 2005 میں اسے شائع کیا ۔ ہم نے ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان کے طبع کو مدنظر رکھا ہے۔ [↑](#endnote-ref-2)
5. مشکلات القرآن، انوار الدرایات لدفع التعارض بین الآیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ ، ملتان، ص: 280 [↑](#endnote-ref-3)
6. وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (البقرة:2: 190)؛ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (البقرة:2: 191)

   وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (النساء: 4: 89)؛ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا (النساء:4 : 91)؛ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (التوبة: 9: 5)؛ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (التوبة: 9: 36) [↑](#endnote-ref-4)
7. وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (البقرة:2: 190) [↑](#endnote-ref-5)
8. وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (البقرة:2: 191)؛ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (النساء: 4: 89)؛ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا (النساء:4 : 91)؛ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (التوبة: 9: 5)؛ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (التوبة: 9: 36) [↑](#endnote-ref-6)
9. مشکلات القرآن ، ص: 70 [↑](#endnote-ref-7)
10. ایضاً، ص: 70 [↑](#endnote-ref-8)
11. ایضاً، ص: 71 [↑](#endnote-ref-9)
12. تفسير مظہری، محمد ثناء الله مظہری ، مكتبۃ الرشيديہ ، 1412ھ، ج: 1، ص: 212 ؛تفسير الجلالين،جلال الدين محمد بن احمد، جلال الدين عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی، دار الحديث، قاہرہ، طبع اول، ص: 40؛ لباب التأويل في معاني التنزيل(المعروف بالخازن)، علاء الدين علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر ، ، دار الكتب العلميۃ، بيروت،طبع اول، 1415ھ ، ص: 121 [↑](#endnote-ref-10)
13. تفسيرالقرآنالعظيم، ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقی، دار طيبہ للنشر والتوزيع،بیروت، طبع دوم، 1420ھ/ 1999 م، ج: 1، ص: 524؛ الجامعلأحكامالقرآن، ابو عبد الله محمد بن احمد بن ابو بكر القرطبی دار عالم الكتب، الرياض، سعودی عرب، 1423ھ/ 2003 م، ج: 2، ص: 248 [↑](#endnote-ref-11)
14. پہلی آیت:يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِالْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ(البقرة:2: 217)

    دوسری آیت: يَاأَيُّهَاالَّذِينَآمَنُوالَاتُحِلُّواشَعَائِرَاللَّهِ وَلَاالشَّهْرَالْحَرَامَ (المائدة:5: 2) [↑](#endnote-ref-12)
15. وَقَاتِلُواالْمُشْرِكِينَ كَافَّةًكَمَايُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً (التوبة: 9: 36) [↑](#endnote-ref-13)
16. مشکلات القرآن ، ص: 72 [↑](#endnote-ref-14)
17. البقرة: 2: 194 [↑](#endnote-ref-15)
18. مشکلات القرآن، ص: 74 [↑](#endnote-ref-16)
19. السيرةالنبوية، ابن ہشام، عبد الملك بن ہشام بن ايوب، مطبعۃ مصطفى البابی الحلبی، مصر، طبع دوم ، 1375ھ/1955 م، ج:1، ص: 628 [↑](#endnote-ref-17)
20. وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى (الأنفال: 8: 17) [↑](#endnote-ref-18)
21. مشكلات القرآن، ص: 170 [↑](#endnote-ref-19)
22. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،شہاب الدين محمود بن عبد الله آلوسی، دار الكتب العلميۃ ، بيروت، طبع اول، 1415 ھ ، ج، 5، ص: 173؛ تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)،ابو البركات عبد الله بن احمد بن محمود حافظ الدين نسفی ، دار الكلم الطيب، بيروت، طبع اول، 1419ھ/ 1998 م، ج:1، ص: 636 [↑](#endnote-ref-20)
23. مفاتيح الغيب**،** امام فخر الدين محمد بن عمر الرازی، دار الكتب العلميۃ، بيروت، طبع اول ، 1421ھ/ 2000 م، ج:15، ص: 112 [↑](#endnote-ref-21)
24. لباب التأويل في معاني التنزيل(تفسیر خازن)،ج: 2، ص: 301 [↑](#endnote-ref-22)
25. لباب التأويل في معاني التنزيل(تفسير خازن )، ج:2، ص: 301؛ روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، ج:5، ص: 174) [↑](#endnote-ref-23)
26. پہلی آیت: إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ (آل عمران:3 : 124)، دوسری آیت: يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (آل عمران:3 : 125)، تیسری آیت: فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ (الأنفال: 8: 9) [↑](#endnote-ref-24)
27. مشكلات القرآن ، ص: 107 [↑](#endnote-ref-25)
28. ایضاً [↑](#endnote-ref-26)
29. روح المعاني ،ج: 5، ص: 162؛ خازن ج:1 ص: 292؛ تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم،ابو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى ، دار إحياء التراث العربي - بيروت،ج: 2، ص: 80 و 81 [↑](#endnote-ref-27)
30. وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ( آل عمران : 3: 13) [↑](#endnote-ref-28)
31. وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا( الأنفال: 8: 44) [↑](#endnote-ref-29)
32. مشکلات القرآن ، ص: 94 [↑](#endnote-ref-30)
33. ایضاً ، ص: 94 [↑](#endnote-ref-31)
34. تفسیر عثمانی ، مولانا شبیر احمد عثمانی ، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، وزارتِ حج اوقاف، سعودی عرب، 1409ھ، ص: 64 [↑](#endnote-ref-32)
35. بیان القرآن ، مولانا اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی لمیٹڈ ، لاہور، ص: 103، 104 [↑](#endnote-ref-33)
36. لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (التوبة: 9: 44) [↑](#endnote-ref-34)
37. إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ (النور: 24: 62) [↑](#endnote-ref-35)
38. مشکلات القرآن، ص: 268 [↑](#endnote-ref-36)
39. ایضاً، ص: 268 [↑](#endnote-ref-37)
40. ایضاً، ص: 268 [↑](#endnote-ref-38)
41. بیان القرآن ، ص: 708 [↑](#endnote-ref-39)
42. وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (الحجرات: 49: 9) [↑](#endnote-ref-40)
43. وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (الأنفال: 8: 61) [↑](#endnote-ref-41)
44. فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ (محمد: 47: 35) [↑](#endnote-ref-42)
45. مشکلات القرآن ، ص: 176 [↑](#endnote-ref-43)
46. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، ج:10، ص: 27؛ بيان القرآن، ص:380 [↑](#endnote-ref-44)